تبصرہ نگار: ح۔ح

تعارف وتبصرہ

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخے ارسال کرنا ضروری ہے۔ پمفلٹ نما کتابچوں پر تبصرہ نہیں کیا جائے گا۔ـــــــ (ادارہ)

ا..... تفہیم الرّاوي شرح اردو تقریب النووي، شارح: مولانا فضل اللہ شامزی، صفحات: ۴۴۸، سائز: ۱۶=۳۶×۲۳، ناشر: مکتبہ قمر المعارف، ھنگر وڈھیری، مینگورہ سیدو شریف۔

اللہ تعالیٰ نے دو بنیادی مآخذ اور سرچشموں کو اُمت محمدیہ کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ ایک قرآن جو لفظ بلفظ خالق کائنات کے احکام و تعلیمات پر محیط ہے۔ دوسرے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ، جو اس منزل من اللہ کتاب کے منشا کی توضیح و تشریح کرتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محض نامہ بر نہ تھے یا دوسرے لفظوں میں آپ کی نبوت کا دائرہ کار محض اللہ کے احکام وہدایات، بندوں کو بتانے تک محدود نہ تھا، بلکہ آپ کے دائرہ رسالت میں اپنے قول و عمل اور فکر و نظر سے عالم انسانیت کے لیے ایک مربوط، ہمہ گیر اور ہمہ جہت نظامِ حیات بھی فراہم کرنا تھا۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے رہنما، ایک انقلابی رہبر اور معلم و مُصلح بھی تھے کہ اپنے قول و عمل سے الٰہی قانون کی تشریح و توضیح کر کے، اس کا صحیح منشا سمجھا کر، اس کے مطابق افراد کی تربیت کریں، معاشرے کی اصلاح کریں، پھر ان تربیت یافتہ افراد اور صالح معاشرے کو ایک ریاستی ڈھانچے میں متشکل کر کے، اسلام کے اصولوں پر استوار، ایک مکمل اور مربوط نظام حیات کا نمونہ بھی پیش کریں۔ چنانچہ طہارت وجسم سے لے کر صلح جنگ اور بین الاقوامی معاملات تک زندگی کے تمام مختلف شعبوں اور ایمان واخلاق سے لے کر علامات قیامت اور احوالِ آخرت تک تمام فکری اور اعتقادی مسائل میں آپ کی احادیث ایک ایسا نظام فکر و عمل پیش کرتی ہیں جو اول سے لے کر آخر تک ایک مربوط، اتنا مکمل وحدانی نظام فکر اور نظام حیات فراہم کرتی ہیں کہ کرۂ ارضی کے دوسرے تمام ادیان وملل اس کی نظیر پیش نہیں کر سکیں۔ اسلام کا یہ ہمہ گیر نظامِ حیات اپنے تمام تر خدوخال کے ساتھ محفوظ و مامون حالت میں اگلوں سے پچھلوں تک کس طرح متعارف چلا آ رہا ہے؟

اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث اپنے کانوں سے سنی اور آپ کا جو عمل ان کے مشاہدہ میں آیا، اسے ہو بہو، انہی لفظوں اور اسی خدوخال کے ساتھ آگے دوسروں تک پہنچانے کا باقاعدہ التزام کیا۔ لیکن کچھ زہرہ گداز حقیقتیں ایسی بھی تھیں، جن سے قطعاً صرف نظر نہیں کیا جا سکتا تھا، حفظ وسماع حدیث کا جو سلسلہ آپ کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے چلتا رہا، بعض عناصر نے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل اور ذاتی اغراض کے حصول کے پردہ میں جھوٹی حدیثیں گھڑنا شروع کر دیں!! واعظانِ خوش نوا نے اس طریقۂ واردات کو، سستی شہرت اور ناموری کی خاطر گرمئ محفل کا ذریعہ بنایا۔ درباری محدثین نے اسے سلاطینِ وقت کی خوشنودی اور قربت کا ذریعہ بنایا۔ ایسے محدثین، سلاطینِ وقت کا کوئی فعل وعمل دیکھ کر، اس کی تائید کے لیے جھوٹی حدیث گھڑ کر، جوازِ شرع کی سند مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے تھے۔ تاریخ کے اوراق میں ایسے سینکڑوں

واقعات بکھرے پڑے ہیں۔

امام ابویوسف کی وفات کے بعد ہارون رشید کے عہد میں قاضی وھب ابن القرشی عہدۂ قضا پر متمکن تھا۔اس نے ہارون الرشید کے کسی عمل کو حدیثی سند فراہم کرنے کے لیے، موضوع حدیثیں ایجاد کرنے کی حد تمام کردی تھی۔ایک مرتبہ ہارون الرشید خطبہ دینے کے لیے منبر نبوی پر چڑھنے لگا، معاً ذہن میں یہ خیال کوندا کہ کہیں سیاہ کپڑوں کے ساتھ منبر نبوی پر چڑھنا خلاف سنت نہ ہو، رُک گیا۔قاضی وھب نے فوراً حدیث گھڑ کر کہا: ''جبرئیل علیہ السلام، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، اس وقت جبرئیل علیہ السلام سیاہ قبا زیب تن کیے ہوئے تھے۔''

یعنی ہارون جس لباس میں ملبوس تھا، قاضی وھب نے جبرئیل علیہ السلام کا متذکرہ حلیہ بیان کرکے اسے مطمئن کردیا۔کچھ عرصہ بعد ہارون الرشید بغداد میں کبوتر بازی سے شغف کررہا تھا۔ہارون نے طنزیہ انداز میں دریافت کیا کہ کبوتر بازی سے متعلق بھی تمہارے حدیثی ذخیرہ میں کوئی روایت موجود ہے؟ قاضی وھب نے توقف کیے بغیر کہا: ''مجھ سے ھشام بن عروہ نے یہ روایت کی ہے، ھشام سے ان کے والد عروہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبوتر بازی فرماتے تھے''۔(العیاذ باللہ)

قضاء کے جلیل القدر منصب پر متمکن شخص کا یہ حال تھا۔اندازہ لگایئے کہ روایتِ حدیث کی نزاکت اور اس کے تقاضوں سے ناواقف، عام لوگوں کے پستی کردار نے اس باب میں کیا کیا گل نہیں کھلائے ہوں گے؟

اشعب لطائف ونوادر بیان کرنے میں طاق تھا۔عربی ادب کی تاریخ فکاہیات میں عہد بنوامیہ کے اس مشہور مسخرہ کے دلچسپ لطائف منقول ہیں۔مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے ''امام اعظم ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی'' میں اشعب کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ اس سے کسی نے پوچھا، اشعب میاں کبھی کوئی حدیث بھی تم نے یاد کی؟ بولا ہاں: مجھ سے نافع نے انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں دو خصلتیں ہوں گی وہ خدا کے ہاں خالصین مخلصین میں لکھا جائے گا۔پوچھا گیا کونسی دو خصلتیں؟ کہنے لگا ''ایک خصلت تو نافع ہی کو یاد نہ رہی تھی اور دوسری میں بھول گیا۔''

ایسے ناخدا ترس عناصر اور ابنائے وقت کی جعل سازیوں سے صحیح اور موضوع روایات کے درمیان التباس واختلاف کے شدید خطرات پیدا ہوئے۔چونکہ احادیث کا ایک وسیع اور بنیادی ذخیرہ اسلامی احکام وقوانین کی توضیح وتشریح پر مشتمل ہے اس لیے ایسی گھمبیر صورت حال کا ادراک کرتے ہی محدثین کرام اور ائمہ اجتہاد نے احادیث کی صحت وسقم جاننے کے لیے بڑے سخت اصول قائم کرکے لوگوں کو اس قابل بنادیا کہ صحیح اور جعلی حدیثوں کے درمیان خط امتیاز کھینچ سکیں اور کوئی موضوع روایت، صحیح روایت میں راہ نہ پاسکے۔ان حضرات نے اپنی تمام تر توجہات اس بات پر مرکوز کردیں کہ یہ گندا نالہ اسلامی قوانین کے سوتوں میں نفوذ نہ کرپائے۔ان کی شبانہ روز کوششوں کے نتیجہ میں احادیث کی معرفت کے لیے جو معیار صحت اور اصول تنقید وضع ہوا، اس نے قرآن کے بعد اسلامی شریعت کے دوسرے بڑے ماخذ (یعنی صحیح روایات کے ذخیرہ) کے اردگرد آہنی حصار قائم کرکے، جعلسازوں کی تلبیس اور رکیک حملوں سے محفوظ کردیا۔محدثین کرام کے یہ اصولِ تنقید اپنے اندر ایسی نزاکتیں اور باریکیاں رکھتے ہیں جن تک موجودہ دور کے ناقدینِ تاریخ کا ذہن بھی ابھی تک نہیں پہنچا۔اس حوالے سے جن محدثین کرام کی مساعی قابل ذکر ہیں، ان میں حافظ ابن صلاح کی شہرہ آفاق تالیف ''مقدمہ ابن صلاح'' نے فن اصولِ حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کے لیے ہمیشہ ماخذ کا کام دیا۔بعد میں چھٹی صدی ہجری کے مشہور فقیہ، شارح اور ناقد حدیث امام نووی رحمہ اللہ نے ''کتاب الارشاد'' کے نام سے اس کی تلخیص کی، اس تلخیص میں خود امام نووی رحمہ اللہ

کے بقول مزید اختصار اور بعض مقامات میں طویل بحثوں کو اور زیادہ سمیٹنے کی گنجائش موجود تھی، چنانچہ انھوں نے آسان پیرایہ میں پیچیدہ مباحث کی تسہیل کے ساتھ پوری کتاب کی از سرِ نو تلخیص کا کام کیا۔ چونکہ فنِ اصولِ حدیث میں اپنے موضوع کی بے پناہ افادیت اور اس فن کے مالہ وماعلیہ پر پوری طرح حاوی ہونے کی بنا پر ''مقدمہ ابن صلاح'' کا شمار اُمہات الکتب میں ہوتا ہے، اس وجہ سے ''تقریب النووی'' کے نام سے امام نووی رحمہ اللہ کی متذکرہ تلخیص، ہمیشہ اہلِ فن اور اصولِ حدیث سے واقفیت حاصل کرنے والوں کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ''نخبۃ الفکر'' مختصر ہونے کے باوجود اصول حدیث کے اہم مضامین کا احاطہ کرتی ہے اور اکثر دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، البتہ بعض بڑے مدارس میں امام نووی رحمہ اللہ کی ''تقریب النووی'' بھی داخلِ نصاب ہے۔ اپنے فن کے لحاظ سے اس کتاب کا اردو ترجمہ، تسہیل وتشریح جس عرق ریزی کی متقاضی تھی اس سے تحقیق ومعالجہ کے مزاج شناس بخوبی واقف ہوں گے۔ مولانا فضل اللہ شامزی یقیناً تہنیہ وتبریک کے مستحق ہیں جنھوں نے اپنے تدریسی تجربات کی روشنی میں تقریب النووی کے متن کو سہل انگیز بنا کر طلباء کی سہولت کے لیے حلِ مضامین کا دقت طلب کام آسان کر دیا اور ''تفہیم الراوی'' کے نام سے امام نووی رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق کتاب ''تقریب النووی'' کی تشریح وتفہیم کا بیڑا اُٹھایا۔ جن علماء کرام میں ایک عمر کی ممارست نے فن اصول حدیث میں ایک تجربہ کار جوہری کی بصیرت پیدا کی ہے، مولانا فضل اللہ شامزی کی تحقیقی کاوش پر فنی نقطۂ نگاہ سے ناقدانہ تبصرہ کرنے کا حق حضرات محفوظ رکھتے ہیں۔ البتہ اس امر کی نشاندہی ضروری سمجھتے ہیں کہ اصل متن کا اردو ترجمہ زیادہ تحت اللفظ ہونے کی وجہ سے زبان وبیان کی سلاست کو تو مجروح کر ہی رہا ہے۔ لیکن اس سے نفس مضمون کو سمجھنے میں جو دشواری پیدا ہو رہی ہے اسے یقیناً دور کرنے کی ضرورت ہے۔ مجموعی لحاظ سے بھی جملوں کی نشست وبرخاست صحیح نہیں بیٹھتی، اُمید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں ان امور پر توجہ دی جائے گی۔ شرح کی ابتداء میں مولانا عبدالقیوم حقانی کا تبصرہ اور حضرت مفتی نظام الدین رحمہ اللہ کی تقریظ بھی شامل ہے جس سے یقیناً کتاب کی وقعت میں اضافہ ہوا ہے۔ کتاب کی جلد مضبوط اور کاغذ درمیانے درجہ کا ہے۔

۲.....**تعلیمات اسلام (مکمل پانچ حصے)**، مؤلف: حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مرتب: وکیل احمد شروانی، ناشر: مکتبہ اشرف، بیت الاشرف، ۷۸۔اے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ سائز: ۱۶=۳۶+۲۳، قیمت: درج نہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کو اللہ تعالیٰ نے جو غیر معمولی وسعت وہمہ گیری بخشی، تصوف، احسان وسلوک اور علوم باطنی کی تجدید واحیاء کا جو حیرت انگیز کام آپ سے لیا، برصغیر ہند وپاک کی تاریخ میں اس کی مثال کسی عہد اور کسی زمانہ میں نہیں مل سکتی۔ اسلامی تعلیمات اور اسرارِ شریعت کو انھوں نے جس حکیمانہ اسلوب میں پیش کیا، اس کی جھلک ان کی لاتعداد کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اردو زبان کے نامور ادیب اور جہاں دیدہ دانشور مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کی یہ تحریر جذباتی سہی، مگر کس قدر حقیقت پسندانہ ہے: ''شیخ سعدی اگر آج ہوتے تو عجب نہیں کہ اپنا نسخہ گلستان بہ غرض اصلاح ان کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضرت غزالی ہوتے تو عجب نہیں کہ احیاءعلوم کی تصنیف میں استناد واضافہ ان سے سطر سطر پر کرتے'' (آپ بیتی، مصنفہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی، ص ۳۵۹)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت وارادت کا تعلق قائم کرکے جن مشاہیر اُمت نے سلوک واحسان کے منازل طے کرتے ہوئے اپنی دل کی دنیا سنواری اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو کر خلق خدا کی ہدایت کا سبب بنیں، ان میں مسیح الامت حضرت مولانا مسیح